OPEN ACCESS
Al-Aẓvā الاضواء
ISSN 2415-0444 ;E 1995-7904
Volume 37, Issue, 58, 2022
www.aladwajournal.com

شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کی تصنیفی خدمات: ایک تجزیاتی مطالعہ

The Literary Contributions of Shāh Abdul Azīz Muḥaddith Dehlvī A Research Analysis

Mohammad Shamim Akhter Qasmi, Assistant Prof,
Dept. of Islamic Theology, Aliah University,
Kolkata,14, India

Abstract

KEYWORDS

Literary Services; Shāh Abdul Azīz Muḥaddith Dehlvī; sub-continent; Sunnī theology

Shāh Abdul Azīz Muḥaddith Dehlvi was Shāh Walīullah's most elderly son. He is rightly regarded among the most influential figures of the subcontinent, especially in Sunnī theology. This article aims to shine a light on his famous books. As his sight became very faint after falling ill with various diseases most of his books are recorded commentaries compiled by his followers. Tafsīr Fatḥ Al-Azīz is a partial commentary on the Qur'ān that is widely consulted by Muslim scholars for its diversity and comprehension. Other famous writings include Bustān Al-Muḥaddithīn and Ujālah Nāfi'ah which present biographies of Muḥadithīn and principles of Ḥadīth. His Fatāwā (Juristic rulings) known as Fatāwā Azīzī is also renowned in academia for its authenticity. He could be the first author in the subcontinent who gave an authentic and detailed answer to the objections raised by Shī'ah addressing almost all the controversial theological and historic issues. Malfūzāt Azīzī is a compilation of his sayings. It reflects his mastery of various sciences. The author of this article concludes that some exclusive research on the aspect of his expertise in diverse sciences needs to be done to establish his academic expertise.

Date of Publication:
30-12-2022

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (۱۷۰۳-۱۷۶۲ء) کے فرزند کبیر شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت ۱۱، اکتوبر ۱۷۴۶ء / ۲۵، رمضان ۱۱۵۹ھ میں ہوئی۔[۱] پانچ سال کی عمر میں وہ حفظ کلام اللہ کی دولت سے سر فراز ہوگئے۔ عربی وفارسی کی کتابیں اپنے والد ماجد سے پڑھیں۔ اس کے بعد مولانا عاشق پھلتیؒ، مولانا امین کشمیریؒ اور مولانا نوراللہؒ سے قرآن وحدیث اور فقہ کی تعلیم حاصل کی۔[۲] پندرہ سال کی عمر میں بہ قول مولوی عبدالقادر خانیؒ: (۱۷۸۰-۱۸۴۹ء) علم تفسیر، حدیث، فقہ، سیرت اور تاریخ میں شہرہ آفاق تھے اور ہیئت، ہندسہ، مجسطی، مناظر، اصطرلاب، جر ثقیل، طبعیات، الہیات، منطق، مناظرہ، اتفاق، اختلاف، ملل، نحل، قیافہ، تاویل، تطبیق، مختلف اور تفریق مشتبہ وغیرہ کی تعلیم سے فارغ ہوگئے اور اس میں یکتائے زمانہ بن گئے۔[۳] شاہ صاحب نے خود فرمایا: "جن علوم کا میں نے مطالعہ کیا ہے اور جہاں تک مجھے یاد ہے ایک سو پچاس ہیں، نصف سابقین اولین کے اور نصف اس امت کے ہیں۔"[۴] حصول علم کے تمام روایتی ورسمی مراحل سے گزرنے کے بعد شاہ عبدالعزیزؒ بحیثیت مدرس والد گرامی کی موجودگی میں مدرسہ رحیمیہ دہلی میں پڑھانے کے لئے مامور کئے گئے۔ درس شروع کیا تو علم وتحقیق کے موتی بکھیرنے لگے، جس سے بہت جلد آپ کی شہرت ہوگئی۔ ۲۵ / سال کی عمر سے ہی شاہ صاحب متعدد مہلک بیماریوں کے شکار ہوگئے تھے۔[۵] اس وجہ سے ان کے آنکھوں کی روشنی بھی زائل ہوگئی تھی۔ پھر بھی حافظہ نسخہ لوح تقدیر تھا۔[۶] مولانا اشرف علی تھانویؒ (۱۸۶۳-۱۹۴۳ء) اپنے ملفوظات میں فرماتے ہیں: شاہ صاحب کو چھ ہزار احادیث ازبر تھیں۔[۷] سید عبدالحئ حسنیؒ نے اپنے سفر نامہ 'دہلی اور اس کے اطراف' میں شاہ عبدالعزیزؒ کی قوت حافظہ کا ذکر تفصیل سے کیا ہے۔ شاہ صاحب سخت بیماری میں مبتلا ہونے کے باوجود چلتے پھرتے بھی طلبا کو درس دیتے اور خلفا ومریدین اور عوام الناس کی تعلیم وتربیت پر توجہ فرماتے تھے۔[۸] اس بے لوث دینی خدمت نے آپ کو عوام وخواص میں مقبول بنادیا۔ ہر طرف آپ ہی کے تلامذہ پائے جاتے تھے، جنہوں نے آپ سے سند حدیث حاصل کی تھی، یہاں تک کہ بیرون ہند میں بھی پھیلے ہوئے تھے۔[۹] ۵، جون ۱۸۲۳ء / ۷، شوال یکشنبہ ۱۲۳۹ھ کو علم وعمل اور رشد وہدایت کا یہ چراغ گل ہوگیا۔[۱۰]

شاہ عبدالعزیز کی تصانیف:

شاہ عبدالعزیزؒ نے تعلیم وتدریس کے ساتھ ساتھ قلم قرطاس سے بھی مضبوط رشتہ بنائے رکھا اور آپ کی نوک قلم سے بڑی وقیع کتابیں اور رسالے فارسی اور عربی زبانوں میں معرض وجود میں آئے، جو شاہ کار کا درجہ رکھتی ہیں۔ یہ تحریری سرمایہ ان کی علمی تبحر، زبان دانی، ادبیت کی چاشنی، پیرایہ بیان، سلاست وروانی کے ساتھ تحقیق کا اعلیٰ معیار پیش کرتی ہیں۔ دل چسپ بات یہ ہے کہ ان میں کم ہی کتابیں ایسی ہیں جسے انہوں نے خود سے لکھا، بلکہ

بیش تر کتابوں کا انہوں نے املا کرایا تھا، کیوں کہ وہ بصارت سے محروم ہو گئے تھے۔ یہ کتابیں کسی بڑے علمی واصلاحی تقاضے کے پیش نظر تحریر کی گئیں تھیں۔ یوں تو ان کی چھوٹی بڑی کتب، شروح وحواشی، رسائل، ملفوظات ومکتوبات، کمالات اور تعبیرات وغیرہ کی فہرست سازی کی جائے تو ان کی تعداد کئی درجن تک ہو سکتی ہے۔ پروفیسر محمد اقبال مجددیؒ (۱۹۵۰-۲۰۲۲) نے 'مقالات طریقت' کے مقدمہ میں اس کی ایک فہرست درج کی ہے، جس کی رو سے اس کی تعداد تینتیس ہے۔ ۱۱ لیکن ان میں تفسیر فتح العزیز، بستان المحدثین، عجالہ نافعہ، سر الشہادتین، تحفہ اثنا عشریہ، فتاویٰ عزیزی، ملفوظات عزیزی اور وسیلۃ النجاۃ وغیرہ مشہور ومقبول کتابیں ہیں۔ ان سے آج بھی اہل علم استفادہ اور اسے مرجع کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ بعد میں ان کتابوں کے اردو اور عربی ترجمے متعدد اہل علم نے کئے اور جن کی اشاعت کا سلسلہ ہنوز جاری ہے۔ ہم یہاں اختصار کے ساتھ شاہ صاحب کی مشہور ومذکور کتابوں کی قدر وقیمت کو تلاش کرنے کی کوشش کریں گے، جس سے اندازہ لگایا جاسکے کہ یہ کتابیں دینی، علمی، سماجی ومعاشرتی اصلاح میں کتنی معین ثابت ہوئیں اور ان کا کیا مقام ومرتبہ ہے۔

تفسیر فتح العزیز / تفسیر عزیزی:

شاہ ولی اللہؒ نے بڑی جدوجہد کی کہ مسلم معاشرے میں فہم قرآن کا ایک عام مزاج بنے اور لوگوں کا تعلق سرچشمہ ہدایت سے مضبوط ہو جائے۔ شاہ ولی اللہؒ کے انتقال کے بعد شاہ عبدالعزیزؒ نے بھی اس سلسلہ کو آگے بڑھایا۔ انہوں نے اپنے درس قرآن کی شروعات اسی آیت کے بعد سے کی جہاں ان کے والد نے چھوڑا تھا۔ شاہ اسحاق بن افضلؒ پہلے ایک رکوع کی تلاوت کرتے، پھر شاہ صاحب دیر تک اس کی تفسیر بیان فرماتے اور اس سے حاصل دروس ونصائح کی وضاحت کرتے تھے۔ ۱۲ شاہ صاحب کے انتقال کے بعد اس سلسلے کو ان کے نواسے شاہ اسحاقؒ نے آگے بڑھایا۔ ۱۳ دراصل یہ اس لئے بھی ناگزیر تھا کہ لوگوں نے قرآن کو کتاب ہدایت کی بجائے دعا، تعویز، گنڈوں اور فاتحہ خوانی کی کتاب سمجھ لیا تھا اور اس سے حد درجہ لاپرواہی برتی جاتی تھی۔ چنانچہ شاہ عبدالعزیزؒ کے دروس قرآن سے مسلمانوں کے اندر کلام اللہ سے شغف پیدا ہوا۔ بعد میں شاہ عبدالعزیزؒ نے قرآن مجید کی تفسیر فتح العزیز کے نام سے لکھی جو بڑی مہتم بالشان ہے۔ خان دان ولی اللہی کو یہ اعزاز وافتخار حاصل ہے کہ اس کے ہر فرد نے خدمت قرآن پر خصوصی توجہ دی۔ مگر شاہ عبدالعزیزؒ کی برسوں پر محیط یہ کوشش بڑی برگ وبار ثابت ہوئی۔ مولانا محمد اسحاق بھٹیؒ (۱۹۲۵-۲۰۱۵ء) لکھتے ہیں:

"برصغیر میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے خان دان کو اللہ تعالیٰ نے جو قدرو منزلت عطا فرمائی، وہ اس خطہ ارض کی اسلامی ودینی تاریخ کا ایک نہایت روشن باب ہے۔ اس خان

دان نے سب سے زیادہ خدمات سر انجام دیں۔ قرآن، حدیث، تفسیر، اصول فقہ، تصوف، جہاد غرض ہر میدان علم و عمل میں اس خانوادہ عالی مرتبت کے ارکان ذی احترام پیش پیش رہے بلکہ بعض خدمات علمیہ کا آغاز ہی اس گھرانے سے ہوا۔ قرآن مجید کے فارسی اور اردو تراجم کی ابتدا انہی بزرگوں نے کی۔ شاہ ولی اللہؒ کا فارسی ترجمہ و تفسیر، شاہ عبدالعزیزؒ کی تفسیر عزیزی، شاہ عبدالقادرؒ کا اردو ترجمہ قرآن اور تفسیر موضح قرآن، شاہ رفیع الدینؒ کا ترجمہ وہ اولین خدمات ہیں جو تاریخ کے سینے میں قیامت تک نقش رہیں گی اور لوگ ہمیشہ مستفید ہوتے رہیں گے۔"۱۴

شاہ عبدالعزیزؒ کے درس قرآن سے بر آمد ہونے والے اثرات کو مصلحانہ عمل قرار دیتے ہوئے مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ (۱۹۱۴-۱۹۹۹ء) لکھتے ہیں:

"قرآن مجید کے ذریعے تطہیر عقائد اور اصلاح اعمال و اخلاق کی سب سے طویل، سنجیدہ و عمیق اور موثر و وقیع کوشش خان دان ولی اللہی کے سب سے بڑے فرد اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کے کاموں کی تکمیل و توسیع کی سعادت حاصل کرنے والے بزرگ شاہ عبدالعزیزؒ (۱۲۳۹ھ) کے ذریعہ انجام پائی، جنہوں نے ۶۲-۶۳ سال تک دہلی جیسے مرکزی شہر اور تیرھویں صدی ہجری جیسے اہم زمانہ میں درس قرآن کا سلسلہ جاری رکھا، اس کو خواص و عوام میں جو مقبولیت حاصل ہوئی اور اس سے اصلاح عقائد کا جو عظیم الشان کام انجام پایا، ہمارے علم میں اس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔"۱۵

تفسیر فتح العزیز آسان فارسی زبان میں تحریر کی گئی تھی، بلکہ اسے اپنے ایک شاگرد اور مرید شیخ مصدق الدین عبداللہ کے استدعا پر اپنے قوت حافظہ کے بل بوتے املا کروایا تھا۔۱۶ تفسیر مکمل ہے یا نامکمل، اس بارے میں الگ الگ رائے ملتی ہے۔۱۷ کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ شاہ صاحب نے مکمل تفسیر لکھی تھی، جس کی طباعت نہیں ہوئی تھی اور یہ ۱۸۵۷ء کی جنگ میں ضائع ہوگئی۔ جب کہ ایک دوسری رائے اس کے برعکس ہے اور وہ یہ ہے کہ آخر کے دو پارے اور سورہ فاتحہ وبقرہ کی ہی تفسیر لکھی گئی تھی اور یہی رائے مشہور بھی ہے۔۱۸ شاہ عبدالعزیز کے سوانح نگار لکھتے ہیں:

"تفسیر فتح العزیز المعروف بہ تفسیر عزیزی اس قابل قدر اور نام ور تفسیر کی دو جلدیں ہیں۔ پہلی جلد میں سورہ فاتحہ سے لے کر سیقول کے ربع پارہ تک سوا پارہ کی تفسیر ہے اور دوسری جلد میں سورہ ملک سے آخر قرآن مجید تک پچھلے دو پارہ کی تفسیر ہے۔ یہ تفسیر کیا ہے؟ دنیا بھر کے علوم کا مخزن، جملہ فنون کا سرچشمہ۔ اس میں دنیا جہان کے علوم و فنون کوٹ کوٹ کر بھرے ہیں اور ہر علم کا کافی نمونہ دکھایا گیا ہے۔ سب سے بڑی خوبی کی بات اس تفسیر میں

یہ رکھی گئی ہے کہ ہر مذاق کا آدمی اپنے مذاق کے مطابق اس سے دل چسپی لے سکتا ہے اور خاطر خواہ فائدہ اٹھا سکتا ہے، حتیٰ کہ حق جو مخالفین بھی اس کے ایک ایک مضمون سے مزہ لیتے اور کچھ نہ کچھ فائدہ حاصل کرتے ہیں۔ اس نام ور تفسیر نے یہاں تک قبولیت کی شہرت پائی ہے کہ ہندوستان کے تمام طبقوں اور دیگر ولایتوں کے اکثر حصوں میں امتیازیہ نظروں اور عظمت کی نگاہوں سے دیکھی جاتی ہے۔ ہم جہاں تک غور کرتے ہیں اور کرید کرید کر دیکھتے ہیں علماء سلف میں سے کوئی شخص ایسا نظر نہیں پڑتا جس نے اس قسم کی تفسیر نہ لکھی ہو، مگر افسوس ہے تو یہ ہے کہ یہ تفسیر پوری ہونے نہ پائی۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ اس کی تکمیل میں کون وجہ مانع ہوئی اور یہیں تک پہنچ کر شاہ صاحب نے اپنا پرزور قلم کیوں روک لیا۔ اس بارہ میں اگرچہ اقواہا مختلف وجوہ سنی بھی گئی ہیں مگر وہ کچھ ایسی مدلل اور مبرہن نہیں ہیں جنہیں ہم وثوق کے ساتھ بیان کر سکیں۔ لہذا اس باب میں ہم قلم فرسائی کرنا تضیع اوقات کا موجب سمجھ کر یہیں چھوڑے دیتے ہیں۔"۱۹

تفسیر فتح العزیز میں ایسے ایسے تفسیری نکات زیر بحث آئے ہیں جو ماقبل کی تفاسیر میں نظر نہیں آتے۔ اس تفسیر کی غیر معمولی اہمیت اور انفرادیت کے بارے میں مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ رقم طراز ہیں:

"لیکن اس عدم تکمیل کے باوجود اس تفسیر میں بہت سے ایسے نکات وتحقیقات ہیں جو بہت سی مشہور تفاسیر میں نہیں ملتیں، شاہ صاحب کے درس تفسیر اور آپ کی کتاب تفسیر فتح العزیز میں ان مسائل پر خاص طور پر محققانہ کلام کیا گیا ہے، جن کے بارے میں اس وقت کے علمانے تحقیق وصاف بیانی سے کام نہیں لیا تھا، اور اس کی وجہ سے عوام کی ایک بڑی تعداد فساد عقیدہ اور مشرکانہ اعمال تک میں گرفتار تھی، مثلاً آیت: وَمَا اُهِلَّ بِه لِغَيْرِ اللّٰه کی تفسیر جو اس کتاب کے خصوصی مقامات میں سے ہے، اسی طرح سحر کی بحث (وَمَاكَفَرَ سُلَيْمَانُ الخ کے ذیل میں) اور بعض دوسری آیات کے سلسلہ میں تحقیقات نادرہ، اس کتاب کی خصوصیات میں سے ہیں۔"۲۰

تفسیر فتح العزیز کی فارسی اشاعت پہلی بار ۱۲۴۸ھ / ۱۸۳۳ء میں کلکتہ سے ہوئی تھی، بعدہ کئی جگہوں سے متعدد سنین میں اس کی اشاعت ہوتی رہی۔ اس کا اردو ترجمہ کئی اہل علم نے کیا۔ مقبول ومشہور ترجمہ جمہ مولوی محمد علی چاند پوری نے پارہ اول کا کیا اور دوسرے پارے کے چند رکوعات کا ترجمہ محمد ہاشم دہلوی نے کیا جو تفسیر عزیزی کے نام سے مختلف جگہوں سے شائع ہوئی۔ بعد میں مطبع مصطفائی دہلی نے شائع کیا۔ ۱۳۱۲ھ / ۱۸۹۴ء میں مطبع فاروق دہلی نے بھی اسے شائع کیا۔ اسی ترجمہ کو مطبع مجیدی کان پور نے شائع کیا اور ایسا لگتا ہے کہ یہی ترجمہ اب ہر جگہ سے شائع ہو رہا ہے۔ ایک ترجمہ جواہر عزیزی کے نام سے چار جلدوں میں سید محمد محفوظ الحق قادری نے

۱۴۱۰ھ /۱۹۸۹ء کیا، جس کو نوریہ رضویہ پبلیکیشنز لاہور نے ۱۴۲۹ھ /۲۰۰۸ء میں اور دوسری مرتبہ ۱۴۳۳ھ / ۲۰۱۲ء میں شائع کیا۔ ۲۱

بستان المحدثین:

برصغیر میں علم حدیث کی نشرو اشاعت کے اصل داعی حضرت شاہ ولی اللہؒ کے بعد مضبوط کڑی شاہ عبدالعزیزؒ کی ہے۔ والد گرامی نے نصوص قرآن وحدیث کی توضیح وتشریح، ان کے مطالب کو عوام میں پھیلانے اور عمل بالحدیث کی ترویج واشاعت کا جو "شجر طوبیٰ" لگایا تھا، اس کی آبیاری شاہ عبدالعزیزؒ نے کی اور اسے اس قدر ثمر آور بنادیا کہ آج تک لوگ اس سے خوشہ چینی کر رہے اور دریائے علم کے آب زلال سے اپنی تشنگی بجھا رہے ہیں۔ ۲۲ مولانا صدیق حسن قنوجیؒ (۱۸۳۲-۱۸۹۰ء) لکھتے ہیں:

"ان کا خان دان علوم حدیث اور فقہ حنفی کا خان دان ہے۔ اس علم شریف کی خدمت جیسی کہ اس خان دان سے اس اقلیم میں بن آئی دوسرے کسی خان دان کی بابت معلوم اور مشہور نہیں۔ درحقیقت اس سرزمین میں عمل بالحدیث کی تخم ریزی ان کے والد ماجد نے کی اور انہوں نے اس کو برگ وبار بخشا اور پروان چڑھایا۔" ۲۳

کتاب بستان المحدثین علم حدیث اور تاریخ حدیث پر مبنی ہے جو بڑی مشہور ومقبول ہے، یہ فارسی زبان میں تحریر کی گئی تھی۔ کتاب لکھی گئی اور کیا شاہ عبدالعزیزؒ نے اس کو بھی املا کرایا تھا، اس کا پتہ نہیں چلتا۔ اس میں شاہ صاحب نے سو سے زائد کتب حدیث کا تعارف پیش کیا ہے اور ان کے مؤلفین کے حالات وواقعات کو کمال احتیاط اور محققانہ ودل نشیں پیرائے میں بیان کرنے کے ساتھ ساتھ ان کے مقام ومرتبہ کا تعین کیا ہے۔ کتاب کی تصنیف کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ اس کے بارے میں خود شاہ صاحب کتاب کے ابتدائیہ میں لکھتے ہیں:

"چوں کہ اکثر رسالوں اور تصنیفوں میں ایسی کتابوں سے حدیثیں نقل کی جاتی ہیں، جن پر اطلاع نہ ہونے کی وجہ سے سننے والوں کو حیرانی پیش آتی ہے، اس وجہ سے اصل مقصود تو انہی کتابوں کا ذکر ہے، مگر تبعاً ان کے مصنفین کا بھی ذکر کیا جائے گا، کیوں کہ مصنف سے اس تصنیف کی قدر معلوم ہوتی ہے۔ نیز ہمارا مقصود فقط متون کا ذکر ہے، مگر بعض شرحوں کا بھی اس وجہ سے ذکر کیا جائے گا کہ کثرت شہرت اور کثرت نقل اور زیادتی اعتماد کی وجہ سے اگر ان کو متون کا حکم دیا جائے تو بے جا نہ ہو گا۔" ۲۴

اس میں کوئی دورائے نہیں کہ تاریخ حدیث اور محدثین کے حالات پر یہ کتاب بڑی وقیع اور جامع ہے۔ اس کا مطالعہ طالب علم کو دیگر دوسری کتابوں کے مطالعہ سے بے نیاز کر دیتا ہے۔ مولوی محمد رحیم بخش لکھتے ہیں:

"فی الواقع یہ کتاب سلسلہ تاریخ کا بہت بڑا ذخیرہ اور مخزن ہے۔ اس کتاب کی تصنیف کے بعد سے جن مصنفوں نے سلف کی یادگار میں کتابیں لکھی ہیں وہ درحقیقت اسی کے خوشہ چیں ہیں۔"۲۵

اس کتاب کی اشاعت بہ زبان فارسی مطبع محمدی لاہور سے ۱۲۷۷ھ/۱۸۶۱ء میں ہوئی تھی۔ ۱۳۳۴ھ/۱۹۱۶ء میں مولانا عبدالسمیع صاحب دیوبندیؒ نے اسے اردو قالب میں ڈھالا اور اشاعت مطبع قاسمی دیوبند سے ہوئی۔ اسی ترجمہ کی جدید اشاعت ۱۴۳۴ھ/۲۰۱۲ء مفتی الٰہی بخش اکیڈمی کاندھلہ سے ہوئی، جس کی ضخامت 410 صفحات ہے۔ اس کی تحقیق و تخریج ڈاکٹر اکرم ندوی نے کی ہے، اس سے اس کتاب کی افادیت میں اضافہ ہو گیا ہے۔ کتاب کے ابتدائیہ میں مولانا نورالحسن کاندھلوی نے پوری تفصیل درج کردی ہے کہ بستان المحدثین کب اور کہاں کہاں سے شائع ہوئی ہے۔ اس کا عربی ترجمہ مولانا اشفاق سلفی نے کیا تھا، جو دارالداعی للنشر والتوزیع، ریاض سے ۱۴۲۲ھ/۲۰۰۱ء میں شائع ہوا تھا۔ ایک عربی ترجمہ ڈاکٹر اکرم ندوی نے بھی کیا، جس کی اشاعت ۱۴۲۳ھ/۲۰۰۲ء میں دارالغرب الاسلامی، بیروت سے ہوئی۔ عربی سے انگریزی ترجمہ عائشہ بیولی نے کیا جو ۱۴۲۸ھ/۲۰۰۷ء میں شائع ہوا۔۲۶

عجالہ نافعہ:

رسالہ "عجالہ نافعہ" بزبان فارسی علم حدیث اور سند حدیث پر مشتمل ہے۔ شاہ عبدالعزیزؒ نے اسے اپنے ایک شاگرد مولانا قمرالدین منت حسینی کے استدعا پر سند حدیث عطا کرنے کے تحت لکھا تھا۔۲۷ اس میں کل دو فصول ہیں۔ یہ کمیت کے اعتبار سے تو ایک مختصر رسالہ ہے، جو چند صفحات میں ہے، مگر کیفیت کے اعتبار سے غیر معمولی اہمیت کا حامل ہے۔ ہر عہد میں اس کتاب کی ضرورت محسوس کی گئی۔ حدیث کے طالب علموں کے لئے اصول حدیث اور سند حدیث کو سمجھنے کے لئے اس کا مطالعہ نہایت مفید ہے۔ اس رسالہ کے بارے میں شاہ عبدالعزیزؒ ابتدائیہ میں لکھتے ہیں:

"اس فن شریف کے تھوڑے سے متعلقات کو اس رسالہ میں بیان کیا گیا ہے، اور بقیہ کو ان کے روشناور ہوشیار اور ذہین طبیعت پر چھوڑ دیا گیا ہے.... اللہ تعالیٰ کی ذات سے امید ہے کہ جو کوئی اس رسالے کے مضامین پیش نظر رکھ کر فنون حدیث میں غور و فکر کرے گا، وہ انشاء اللہ تعالیٰ غلطی اور خطا سے محفوظ اور تصحیف و تحریف سے مامون رہے گا، نیز صحیح اور ضعیف حدیث کے پہچاننے کے واسطے اس کے ہاتھ میں ایک کسوٹی اور بہتر معیار ہو گا، جس کی بدولت وہ صحیح اور غیر صحیح کو پہچان سکے گا۔"۲۸

رسالہ کے آخیر میں شاہ صاحب لکھتے ہیں:

"اب اس رسالہ میں جو کچھ ذکر ہوا ہے وہ بطور نمونہ کافی ہے، ورنہ ان مطالب کی تفصیل کے لئے تو ایک دفتر درکار ہے اور بفضلہ تعالیٰ اس علم کی اکثر ضروریات ہر طرف اور ہر ملک میں پائی جاتی ہیں، بلکہ صحیح و سقیم میں تمیز، ذہن کی استقامت، طبیعت کی سلامتی، نیز خطا کی طرف مائل نہ ہونا اور ادنی تنبیہ سے راہ ثواب کو اختیار کرنا، ایک بڑی نعمت ہے۔"۲۹

"اٹھارہویں صدی عیسوی میں برصغیر میں اسلامی فکر کے رہنما" (مجموعہ مقالات) کے مرتب محمد خالد مسعود رسالہ ہذا کے مندرجات کی روشنی میں اس کی اہمیت وافادیت کو واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"مختصر رسالہ عجالہ نافعہ اصول حدیث پر لکھا گیا جس کا مقصد صحیح اور ضعیف حدیث کی پہچان کے طریقے بیان کرنا تھا۔ آپ نے اس رسالے میں متاخرین محدثین پر تنقید بھی کی کہ انہوں نے غیر معتبر کتابوں کی حدیثوں پر انحصار کیا ہے۔ آپ نے درایت حدیث کے اصول بیان کرتے ہوئے بتایا کہ جو حدیث مشہور تاریخی واقعے یا عقل وشرع کے مقتضیات کے مخالف ہو اور ترغیب وترہیب میں مبالغہ آمیز ہو، وہ صحیح نہیں ہو سکتی۔ وضع حدیث کے اسباب بیان کرتے ہوئے آپ نے وضاحت کی کہ اس میں زیادہ حصہ خلفا اور امرا کے مصاحبین کا ہے جنہوں نے خوشامد کے لئے حدیثیں گھڑیں، پھر زہاد، عباد اور ایسے لوگ بھی اس میں شامل ہیں جنہوں نے نیک نیتی سے حکمت واخلاق کی اچھی باتیں رسول اللہ سے منسوب کر دیں۔"۳۰

کتاب گرچہ ایک مختصر رسالہ ہے، مگر اس کی جامعیت کا عالم یہ ہے کہ جب اس کی شرح ڈاکٹر مولانا عبدالحلیم چشتیؒ (۱۹۲۹-۲۰۲۰ء) نے لکھی تو ایک ضخیم کتاب تیار ہو گئی جو فوائد جامعہ کے نام سے شائع ہو رہی ہے۔ اس کے مندرجات کے بارے میں ایک مبصر لکھتے ہیں:

"شاہ عبدالعزیزؒ نے فارسی زبان میں "عجالہ نافعہ" کے نام سے حدیث پر ایک مختصر رسالہ لکھا تھا۔ اس کتاب میں شاہ صاحب نے مصطلحات علم حدیث کو بیان کیا ہے۔ پھر طبقات کتب حدیث کے ضمن میں تقریبا ساٹھ مصنفین کی کتب حدیث کا تعارف پیش کیا ہے۔ تفسیر کی بعض کتابیں بھی ذکر کی ہیں کیوں کہ ان کا علم حدیث سے گہرا تعلق ہے۔ پھر راویان کتب ستہ کے تحت صحاح ستہ میں وارد ۵۲۱ راویوں کا تعارف کروایا ہے، اس کے بعد فقہائے محدثین کے تحت ۵۳۱ محدثین کے تراجم ذکر کئے ہیں۔ گویا یہ کتاب مصطلحات علم حدیث، طبقات کتب حدیث اور تراجم رجال کے موضوع پر ایک مفید کتاب ہے۔ اس میں کچھ تو فن حدیث کے متعلق ضروری معلومات

ہیں اور اس کے علاوہ ایک مختصر سا "ثبت" ہے جس میں صحاح ستہ، مشکوۃ شریف اور حصن حصین کی اسناد بیان کی گئی ہیں۔"[۳۱]

یہ کتاب پہلی بار ۱۲۵۵ھ / ۱۸۳۹ء میں غالباً مطبع مصطفائی لکھنؤ سے شائع ہوئی تھی۔ بعد میں کئی لوگوں نے اس کا اردو ترجمہ کیا۔ عمدہ اور سلیس ترجمہ ڈاکٹر مولانا عبد الحلیم چشتیؒ نے کیا اور ساتھ ہی اس کی عمدہ شرح بھی تحریر کی، جس کا نام 'فوائد جامعہ شرح عجالۂ نافعہ' ہے۔ ۱۳۸۴ھ / ۱۹۶۴ء میں نور محمد اصح المطابع کراچی سے شائع ہوئی تھی۔ یہی کتاب ڈاکٹر چستی کی نظر ثانی اور اضافے کے ساتھ مکتبہ الکوثر، کراچی سے ۲۰۱۲ء میں شائع ہوئی، جو ۱۷۶ صفحات پر مشتمل ہے۔

فتاویٰ عزیزی:

شاہ عبد العزیزؒ کو فقہ و فتاویٰ کے کتابوں کی کلیات و جزئیات اور اس کی طویل عبارتیں مستحضر تھیں اور وہ فتاویٰ نویسی کے اصول و مبادی سے اچھی طرح واقف تھے۔ ان کے فتاوی میں قرآن وحدیث کو ترجیحی مقام حاصل ہے، اس کے بعد ہی وہ فقہی کتابوں کی طرف مراجعت کرتے اور بصائر و نظائر، مصالح مرسلہ، عرف و عادات وغیرہ کی روشنی میں مسائل کا استخراج کرتے تھے۔ مسئلہ کی تفہیم میں آسانی سے کام لیتے تھے۔ ان کی حالات و زمانہ پر گہری نظر تھی، اس کے تقاضوں کو سامنے رکھ کر ہی فتویٰ صادر کرتے تھے۔ فتاویٰ کی غیر معمولی اہمیت کے بارے میں ڈاکٹر ثریا ڈار لکھتی ہیں:

> "شاہ عبد العزیز محدث دہلوی کی مذہبی اور علمی جواہر ریزوں پر مشتمل فارسی تصنیف "فتاویٰ عزیزی" کی دو جلدیں آپ کے تبحر علمی کا نچوڑ اور دینی معلومات کا وقیع سرمایہ ہے۔ فقہ و عقائد، تفسیر و تشریح اور تصوف و کلام کے اس مقبول و معروف دینی و علمی مجموعے سے ملت اسلامیہ کے تمام طبقات کے علما و طلبا اور متلاشیان حق ہر دور میں مستفید ہوسکتے ہیں۔ اہل اسلام آپ کے علمی و مذہبی مقام اور مسلمانان بر صغیر آپ کی دینی و علمی خدمات سے بخوبی واقف ہیں۔ شرعی احکام اور عجیب و غریب مسائل دینیہ کے تحقیقی جوابات پر مشتمل آپ کا یہ بیش بہا علمی خزانہ آپ کے تبحر علمی کا واضح ثبوت ہے۔ اس تصنیف میں آپ بہ یک وقت ایک عظیم فقیہ، صوفی، متکلم، مفسر اور محدث دکھائی دیتے ہیں۔ شاہ صاحب اپنے زمانے میں ہمیشہ ہندوستانی مسلمانوں کے درس و تدریس، افتا و فصلِ خصومات اور ان کی تعلیم و تربیت میں مصروف رہے۔ علاوہ ازیں مسلمانوں کے وسیع پیمانے پر سوالوں کے جواب دینا آپ کی تمام علوم ظاہری و باطنی میں کامل مہارت کی ایک پختہ دلیل ہے۔"[۳۲]

فتاویٰ عزیزی کے مطالعہ سے شاہ عبدالعزیزؒ کی فقہی مہارت کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ انہوں نے حالات کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے مسلمانوں کے لئے انگریزی تعلیم کی حمایت کی تھی اور اس کے جواز کا فتوی دیا اور انگریزوں کی نوکری کو جائز ٹھہرایا تھا۔[۳۳] ساتھ ہی انگریزوں کے بڑھتے ہوئے اثرات کو دیکھ کر ہندوستان کو دارالحرب بھی قرار دیا تھا۔ اس عہد کے تناظر میں اس قسم کے فتویٰ کا صدور ایک جرأت مندانہ اقدام تھا۔ آپ کی فقہی خدمات کے بارے میں ڈاکٹر ثریاڈار لکھتی ہیں:

"شاہ عبدالعزیزؒ نے فقہ سے متعلق قانون سازی اور فتاویٰ وغیرہ کے فیصلوں کے فرائض نہایت سرگرمی سے انجام دیئے۔ احکام شریعت، اسرار معرفت اور اپنی دینی بصیرت سے رہنمائی حاصل کی اور معاشرے میں پیش آنے والے سماجی، سیاسی اور اجتماعی مسائل کو حالات و زمانہ کے تقاضوں کے تحت حل کیا۔ شاہ صاحب نے اپنے فتاویٰ میں فقہ سے متعلق معاملات و عبادات (خرید و فروخت، عاریت، امانت وضمانت) مناکحات (نکاح، طلاق، عدت، نسب، ولایت، وصیت، وراثت) عقوبات (قتل، چوری، تہمت، قصاص، تعزیرات، خون بہا) مخاصمات (عدالتی مسائل، اصول محاکمہ، قانون مرافعہ) حکومت وخلافت (قومی و بین الاقوامی معاملات، صلح وجنگ کے احکام، وزارت، محاصل) کے علاوہ مسائل نماز، روزہ، حج، مسائل بیع، رہن، ہبہ، سود اور بے شمار مسائل متفرقہ پر فتوے دیئے ہیں۔ آپ نے اپنے علمی تبحر اور دوررس نگاہ سے کتاب وسنت اور فقہ کی اشاعت و تبلیغ کے سلسلے میں عظیم الشان خدمات سرانجام دیں۔"[۳۴]

شاہ عبدالعزیزؒ صاحب کو ایسٹ انڈیا کمپنی یا انگریزوں کی ابھرتی ہوئی طاقت کا بخوبی اندازہ تھا۔ پھر بھی انہوں نے بڑی بے باکی اور جرأت مندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے انگریزوں کے زیر تسلط علاقوں کو دارالحرب قرار دیا تھا۔ یہاں یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ تبدیلی سلطنت کی وجہ سے خود پڑھے لکھے لوگوں میں بھی یہ بات تسویش کا باعث رہی ہوگی کہ اب ملک کی شرعی حیثیت کیا ہوگی اور ہمارے روزمرہ کے مسائل شریعت کے کس اصول کے تحت حل کئے جائیں گے۔ ان چہ می گوئیوں سے شاہ صاحب بھی باخبر تھے۔ چنانچہ سائل نے مطلق سوال کیا: 'دارالاسلام دارالحرب ہو سکتا ہے کہ نہیں؟' شاہ صاحب نے عمومی صورت حال کے پیش نظر وسیع تناظر میں اس کا نہ صرف جواب دیا بلکہ اس میں ایسٹ انڈیا کمپنی کی ظلم وزیادتی اور ناانصافیوں کا بھی ذکر کیا۔ چنانچہ انہوں نے پہلے درمختار کی طویل عبارت کی روشنی میں بیان کیا کہ کوئی بھی دارالاسلام تین شرطوں کی بنا پر دارالحرب بن جاتا ہے۔ اس کے بعد وہ برصغیر کے وسیع تناظر میں اس کا درج ذیل جواب تحریر کرتے ہیں:

"اس شہر میں مسلمانوں کے امام کا حکم ہر گز جاری نہیں۔ نصاریٰ کے حکام کا حکم بے دغدغہ جاری ہے اور احکام کفر کے جاری ہونے سے یہ مراد ہے کہ مقدمات انتظام سلطنت اور بندوبست رعایا و تحصیل، خراج اور باج و عشر اموال تجارت میں حکام بطور خود حاکم ہوں اور ڈاکوؤں اور چوروں کی سزا اور رعایا کے باہمی معاملات اور جرموں کی سزا کے مقدمات میں کفار کا حکم جاری ہوا گرچہ بعض احکام اسلام مثلاً جمعہ و عیدین اور اذان اور گاؤ کشی میں کفار تعرض نہ کریں، لیکن ان چیزوں کا اصل اصول ان کے نزدیک بے فائدہ ہے کیوں کہ مسجدوں کو بے تکلف منہدم کرتے ہیں۔ جب تک یہ اجازت نہ دیں کوئی مسلمان اور کافر ذمی ان اطراف میں نہیں آسکتا۔ مصلحتاً واردین اور مسافرین اور تاجروں سے مخالفت نہیں کرتے۔ دوسرے امر مثلاً شجاع الملک اور ولایتی بیگم بلا اجازت ان کے شہروں میں نہیں آسکتے اور اس شہر سے کلکتہ تک ہر جگہ نصاریٰ کا عمل ہے، البتہ دائیں اور بائیں مثلاً حیدرآباد، لکھنؤ اور رام پور میں ان کا حکم جاری نہیں، کیوں کہ ان مقامات کے والیان ملک نے ان سے صلح کرلی اور ان کی فرماں برداری منظور کرلی۔" ۳۵

شاہ عبدالعزیزؒ کے اس طرح کے دوسرے فتاوے جو ایسٹ انڈیا کمپنی کے استحکام حکومت کے بعد پیش آمد جدید مسائل کے تناظر میں صادر ہوئے، اس کے بڑے دوررس نتائج پیدا ہوئے۔ بعد کے ادوار میں ہر گروہ اور جماعت نے اس کی الگ الگ توضیح کرکے اپنے مقاصد کو کامیابی سے ہم کنار کرنے کے لئے بطور دلیل پیش کیا۔ ۳۶

کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ فتاویٰ شاہ عبدالعزیزؒ کے نہیں ہیں، بلکہ کسی اور کے ہیں، جسے ان کے نام سے منسوب کرکے چھاپ دیا گیا ہے۔ شاہ صاحب کے ایک معتبر سوانح نگار نے اس قسم کے اعتراضات اور شبہات کی سختی تردید کی ہے:

"بعض علما نے بڑی بڑی شد و مد سے اس امر کا انکار بھی کیا ہے کہ یہ کتاب شاہ صاحب کی طرف فرضاً منسوب کی گئی ہے، اس میں جو فتاوے درج کئے گئے وہ دراصل شاہ صاحب کے نہیں معلوم ہوتے، مگر جب ہم تتبع اور انصاف کی نظر سے دیکھتے ہیں تو یہ کہے بغیر کبھی رہ نہیں سکتے کہ اس کتاب کے سب نہیں تو اکثر فتاوے ضرور شاہ صاحب ہی کی پرزور قلم کے لکھے ہوئے ہیں، گو یہ ممکن ہے کہ آپ کے تلامذہ یا دیگر علما کے بھی بعض خاص خاص فتاوے کسی وجہ سے آپ کے فتاویٰ میں شامل کردیئے گئے ہوں، مگر مجموعی طور پر ہم اس بات کا ہرگز انکار نہیں کرسکتے کہ اس کتاب کا کوئی حصہ شاہ صاحب کا نہ ہو اور ضرور ہے کیوں کہ جب ہم نے اس کتاب کے متون کی اکثر عبارتوں کا آپ کی ان مشہور تصانیف سے پنچانہ اور محققانہ طور پر مقابلہ اور موازنہ کیا جن کا خاص آپ ہی کی پرزور قلم سے لکھا جانا مسلم الکل ہے تو ہم نے ان کو اسی رنگ میں ڈوبا ہوا پایا جن سے وہ رنگین ہیں، اس وجہ سے ہم کھلم کھلا

کہہ سکتے ہیں کہ جو حضرات اس بات کے قائل ہیں کہ اس کتاب کا کوئی حصہ بھی شاہ صاحب کا لکھا ہوا نہیں ہے ان کا نہایت ہی ضعیف اور کم زور خیال ہے۔"۳۷

فتاویٰ عزیزی دو جلدوں میں بزبان فارسی شائع ہوئی تھی۔ بعد میں اس کا اردو ترجمہ ہوا تھا۔ ترجمہ مولانا محمد نواب علی اور مولانا عبدالجلیل نعمانی نے کیا تھا، جو مطبع کنزالعلوم حیدرآباد (دکن) سے ۱۳۱۳ھ / ۱۸۹۵ء میں شائع ہوا تھا۔ اس کے بعد مولانا عبدالواحد نولوی غازی پوری نے پہلی جلد کا ترجمہ ۱۳۲۱ھ /۱۹۰۳ء میں اور دوسری جلد کا ۱۳۲۳ھ /۱۹۰۵ء میں سرور عزیزی المعروف فتاویٰ عزیزی کے نام سے کیا، جو مطبع مجیدی کان پور سے شائع ہوا تھا۔

سرالشہادتین:

شاہ عبدالعزیزؒ کا یہ مختصر رسالہ عربی زبان میں ہے، جو تحفہ اثنا عشریہ کی تصنیف سے کچھ پہلے لکھا گیا تھا۔اس میں نواسہ رسول حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہم اجمعین کی شہادت کے واقعات کو اتنی صاف گوئی اور حقیقت پسندی کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ بعض سنی حضرات بھی یہ گمان کرنے لگے کہ کہیں شاہ صاحب اہل تشیع سے متاثر تو نہیں ہو گئے ہیں۔ بلکہ انہوں نے اس کتاب کے ذریعے اس غلو کو بے نقاب کیا جو نواسہ رسول کی شہادت کو لے کر خود سنیوں میں پائے جاتے تھے۔ ساتھ ہی اس میں ان کے فضائل کو بھی اعتدال کے ساتھ بیان کیا ہے۔اس میں واضح کیا گیا ہے کہ امام حسن اور حسین کی شہادت دراصل پیغمبر اسلام کی ہی شہادت ہے اور جو لوگ یزید کی حمایت میں طرح طرح کی دلیلیں گڑھ کر عوام میں پھیلاتے ہیں وہ غلط ہے۔انہوں نے لکھا ہے کہ نواسہ رسول کی شہادت جس درجے کی ہوئی وہ کسی اور کو نصیب نہ ہوئی۔اس میں شہادت سری وشہادت جہری کے فرق کو بھی واضح کیا گیا ہے۔۳۸ شہادت سری کا تعلق حضرت امام حسن سے اور شہادت جہری کا امام حسین سے۔ شاہ صاحب نے اس نقطہ کی بھی وضاحت کی ہے کہ دنیا نے دیکھ لیا کہ شہادت حسنین کے غم سے اللہ کی ہر مخلوق رنجیدہ اور افسردہ تھی۔حیات عزیزی کے مصنف لکھتے ہیں:

"شاہ صاحب نے اس میں کربلا کی دردانگیز اور پر ملال واقعات کی ہو بہو تصویر کھینچی ہے اور ان میں تمام صحیح ومعتبر روایات کا ایک جگہ ڈھیر لگا دیا ہے، جن میں کسی کو گنجائش کلام نہیں۔ حضرات امام حسنین کے پر درد حالات اور لوگوں نے بھی جمع کر کے مختلف پیرایہ میں بڑی بڑی کتابیں تالیف کے سانچے میں ڈھالے ہیں، مگر ان میں سے اکثر پر تو اس درجہ رنگ آمیزی اور مبالغہ کا پوڈر پھیرا گیا ہے جن سے اصلی واقعات بھی قابل اعتبار خیال نہیں کئے جاتے اور بعض کتابوں کے مقاصد پر ان مصنوعی اور بناوٹی روایات کا روغن چڑھایا گیا ہے جو ہوش مندوں کے

نزدیک بڑہیوں کی فضول کہانیوں سے زیادہ وقعت نہیں رکھتیں۔ یہ کتاب ان تمام باتوں سے بالکل پاک صاف ہے۔ اس میں وہی معتبر اور صحیح واقعات درج ہیں جو بالکل مسلم الثبوت اور معتبر کتابوں سے چھانٹے گئے ہیں۔" ۳۹ے

اس کتاب کا اردو ترجمہ مرزا حسن اور مولوی خرم علی بلھوری نے کیا تھا، جس کی اشاعت ۱۲۷۲ھ / ۱۸۵۵ء میں ہوئی تھی۔ ایک ترجمہ مولانا شاہ سلامت اللہ کشفی نے کیا تھا۔ ایک اور اردو ترجمہ مولانا ریاض احمد صمدانی کا ملتا ہے، جس کی اشاعت مکتبہ حامدیہ گنج بخش روڈ لاہور سے ہوئی ہے۔ حال ہی میں ابوالحماد محمد احمد نے آسان اردو میں اور صاف ستھرے انداز میں اس کا ترجمہ کیا ہے اور اس میں وارد احادیث اور واقعات کی تخریج بھی کر دی ہے۔ اس کی اشاعت ۱۴۳۴ھ / ۲۰۱۲ء میں مکتبہ برکاتیہ قصور پاکستان سے ہوئی ہے۔

تحفہ اثنا عشریہ:

شاہ عبدالعزیز کے گلستان علم و عمل میں "تحفہ اثنا عشریہ" کی حیثیت اس پھول کی مانند ہے کہ وقت گزرنے کے بعد بھی مشام جاں کو معطر کرنے والی اس کی خوش بو کا اثر زائل نہیں ہوتا، بلکہ اس میں اضافہ ہی ہوتا جاتا ہے۔ کتاب کے مطالعہ سے شاہ صاحب کی کشادگی علم، بسیار مطالعہ، پیرایہ بیان، ادبیت کی چاشنی اور خاص بات یہ کہ ان کے معتدل نقطہ نظر کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب 'ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ' کا سراپا مصداق ہے۔ یہ کتاب ۱۲۰۴ھ / ۱۷۹۰ء میں تصنیف پائی۔

اورنگ زیب عالم گیر کے انتقال ۱۶۵۸-۱۷۰۷ء، مدت حکومت) کے بعد تشیع کا اثر ورسوخ بہت زیادہ بڑھ گیا تھا اور امور سلطنت میں وہ حاوی ہوگئے تھے۔ وزیر منعم خاں، سید برادران قطب ملک، عبداللہ خاں اور امیر الامرا حسین علی وغیرہ سلطنت میں بڑے با اثر اور اپنے مذہب میں سخت ومتعصب تھے۔ ذوالفقار الدولہ نجف خاں امیر الامرا (۱۷۷۲-۱۷۸۳ء) بڑا عالی دماغ با اختیار امیر تھا، وہ جب تک زندہ رہا، شیعیت کو بہت فروغ ملا۔ ان لوگوں کی سرگرمیوں کے نتیجے میں بہادر شاہ اول (۱۷۰۷-۱۷۱۲ء) نے بھی شیعہ مذہب اختیار کر لیا تھا۔ اس عہد میں شیعہ سنی اختلافات بہت زیادہ بڑھ گئے تھے اور ہر کوئی اپنے مذہب کی برتری ثابت کرنے میں اور ایک دوسرے سے بازی لے جانے میں سرگرداں تھے۔ بہ قول ایک دانش ور:

"برصغیر میں شیعیت کے اثرات تو بنی امیہ کے دور میں ہی پہنچ گئے ت ہوں گے، لیکن اس کو ریاست کی سرپرستی سولہویں صدی میں حاصل ہوئی اور اٹھارہویں صدی جب اورنگ زیب کے جانشینوں نے یہ مذہب قبول کر کے قوت کے ذریعے اسے رواج دینا چاہا تو اس کے اثرات مذہبی معاشرت پر بہت شدت سے ظاہر ہوئے۔ شاہ

صاحب کے عہد میں تو ایسا لگتا ہے کہ مسلمان باقاعدہ دو متحارب گروہوں میں تقسیم ہو گئے تھے۔ علما کو جہاں ہندو معاشرت کے ذرا سے سائے پر کفر کا گماں ہو تا تھا، وہاں شیعیت سے مماثلت بھی خطرناک ٹھہری۔"۴۰

شاہ عبد العزیزؒ کے کئی رشتہ داروں نے بھی شیعہ مذہب اختیار کر لیا تھا۔ اس میں ایک نام قمر الدین منت حسینی کا بھی ہے، جو آپ کے محبوب تلامذہ میں سے تھے۔۴۱ شاہ صاحب تحفہ اثنا عشریہ کے دیباچہ میں لکھتے ہیں:

"جس دور سے ہم گزر رہے ہیں اور جس زمانہ میں ہم زندگی گزار رہے ہیں اس میں اثنا عشریہ کا غلغلہ اور شہرہ اتنا بڑھ گیا ہے کہ بہ مشکل کوئی ایسا گھر ہو گا جس میں کوئی نہ کوئی یہ مذہب اختیار نہ کر چکا ہو، یا اس سے متاثر نہ ہوا ہو۔ لیکن ان میں سے اکثریت چوں کہ اپنے علم تاریخ اور مسائل مذہب سے کوری ہے اور اپنے اسلاف اور بزرگوں کے حالات سے یکسر بے خبر اور غافل ہے۔ اس لئے جب اہل سنت کی مجلسوں میں گفتگو کی نوبت آتی ہے تو وہ بے ربط، بے محل اور لایعنی ہوتی ہے۔"۴۲

شاہ عبد العزیزؒ کے عہد میں سیاسی بساط میں غیر متوقع الٹ پھیر ہو رہی تھی، مسلم دشمن عناصر اس کمزوری کا فائدہ اٹھا کر پورے ملک میں بے اطمینانی پیدا کر رہے تھے، جس کا زور توڑنا ضروری تھا، اور یہ اسی وقت ممکن تھا کہ دونوں فرقوں یعنی شیعہ اور سنی کو افہام و تفہیم کے ذریعے یکجا کیا جائے۔ چنانچہ اس کتاب نے ہم آہنگی کی فضا ہموار کرنے میں سنگ میل کا کام کیا۔ شاہ صاحب کی نیک نیتی رنگ لائی، جس کا نظارہ بڑی حد تک اس وقت دیکھنے کو ملتا ہے کہ ایک وقت ایسا بھی آیا کہ انگریزوں کے خلاف برصغیر کی ساری مخالف طاقتیں متحد ہو گئی تھیں، مگر قسمت کا فیصلہ لوح ازل میں محفوظ ہو چکا تھا اور غلامی کا طوق یہاں کا مقدر بن چکا تھا، اس لئے وہی ہوا جو ہونا تھا۔ سر الشہادتین اور تحفہ اثنا عشریہ ان دونوں کتابوں نے معاشرتی و مذہبی ہم آہنگی کی فضا ہموار کرنے اہم رول ادا کیا، جیسا کہ ڈاکٹر محمد خالد مسعود لکھتے ہیں:

> "ان کتابوں کا مقصد افہام و تفہیم کے ذریعے دونوں مسالک کو ایک دوسرے سے قریب لانا تھا۔ اس سلسلے میں آپ نے جو اصول اختیار کیا، وہ بہت اہم ہے یعنی دونوں کے صرف مشترکہ اور مسلمہ امور کو بیان کرنے اور مختلف فیہ امور کا ذکر نہ کرنے کے بجائے اس پر زور دیا کہ دونوں ایک دوسرے کے نقطہ ہائے نظر کو مکمل طور پر سمجھیں۔ افہام و تفہیم کی بنیاد پر لاعلمی اور ابہام کے بجائے اختلاف سے آگاہی اور حق کو تسلیم کرنے سے ہی مفید ہو سکتی ہے۔"۴۳

شاہ عبد العزیزؒ نے تحفہ اثنا عشریہ میں جارحانہ لب و لہجہ اختیار نہیں کیا اور نہ ہی الزامی جواب دینے کی کوشش کی، بلکہ سلجھے ہوئے انداز اور دل نشیں پیرائے میں مع دلیل تشیع کے خود ساختہ عقائد و افکار کو بے نقاب کیا۔

انہوں نے ثابت کیا کہ نبوت اور خلافت کے معاملے میں اہل تشیع کے جو نظریات ہیں، وہ درست نہیں ہیں۔ مستند شیعی کتب میں اس غلو کی کوئی سند نہیں ملتی۔ مولانا سید احمد عروج قادریؒ (۱۹۱۳- ۱۹۸۶ء) لکھتے ہیں:

"حقیقت یہ ہے کہ شیعیت و تفضیلیت کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو اس دور میں اکابر مشائخ نقشبندیہ شاہ ولی اللہ دہلویؒ، حضرت مرزا مظہر جان جاناںؒ، حضرت شاہ غلام علی نقشبندیؒ، قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ وغیر ہم نے بڑی پامردی اور ہمت سے روکا اور ان حضرات کے بعد سب سے زیادہ کوشش اس سلسلہ میں شاہ عبد العزیزؒ نے کی۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ یہ سیلاب بڑھتے بڑھتے خود ان کے خان دان میں داخل ہو چکا تھا۔ ان کے شاگرد اور رشتہ دار قمر الدین منت شیعہ ہو چکے تھے۔ ان حالات میں شاہ عبد العزیزؒ نے قلمی جہاد فرمایا۔ اس سلسلہ میں ان کے والد ماجد حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی دو معرکۃ الآرا تصانیف "ازالۃ الخفا" اور "قرۃ العین فی تفضیل الشیخین" نے مشعل راہ کا کام دیا ہو گا۔ شاہ عبد العزیز نے اپنے والد کے مشن کو جاری رکھا اور "ہر چہ پدر تمام نہ کرد پسر تمام کند" کے مقولہ کو ثابت کر دکھایا۔"[۴۴]

تحفہ اثنا عشریہ میں جو مباحث آئے ہیں ان معلوم ہوتا ہے کہ شاہ عبد لعزیز نے پوری کوشش کی ہے کہ اس کتاب سے کسی بھی فرقے کی دل شکنی نہ ہو اور صحیح بات ان کے علم میں آجائے۔ کتاب بارہ ابواب پر مشتمل ہے۔ پہلے باب میں شیعہ مذہب کی ابتدا اور اس کے مختلف فرقوں کے وجود میں آنے کا ذکر ہوا ہے۔ دوسرے باب میں اہل تشیع کے ان طریقوں اور حیلوں کا ذکر ہے جن سے دوسروں کو گمراہ کیا جائے اور اپنے افکار و نظریات کو کیسے ترویج و ترقی دی جائے۔ تیسرے باب کا تعلق تشیع کے اسلاف اور علماء سے ہے۔ چوتھے باب میں شیعوں کے اقسام حدیث اور اسناد سے متعلق بحث کی گئی ہے۔ پانچواں، چھٹا، ساتواں اور ٹھواں باب بالترتیب مسائل الٰہیات، ایمانیات اور نبوت و امارت اور آخرت سے متعلق ہے۔ نویں باب کا تعلق احکام فقہیہ سے ہے جن میں شیعوں نے ثقلین سے اختلاف کیا ہے۔ دسواں باب خلفاء ثلاثہ و صحابہ پر مطاعن اور ان کے جوابات پر مشتمل ہے۔ گیارہوں باب میں شیعہ کے مذہب کا ذکر ہوا ہے۔ بارہوں باب میں تولا اور تبرا جیسی بحث شامل ہے۔ تحفہ کی غیر معمولی اہمیت اور اس کے علمی مقام و مرتبہ کا تعین کرتے ہوئے شیخ محمد اکرام (۱۹۰۸-۱۹۶۳ء) لکھتے ہیں:

"تحفہ اثنا عشریہ فی الحقیقت ایک معرکۃ الآرا کتاب تھی اور شاہ عبد العزیزؒ نے اس کی تالیف میں بے حد محنت اور جاں فشانی سے کام لیا۔ اس سے پہلے مختلف شیعہ سنی مسائل پر کتابیں تصنیف ہوئیں۔ خود شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے قرہ العین فی تفضیل شیخین، ازالۃ الخفا اور بعض رسائل میں ان مسائل سے بحث کی تھی، لیکن ایسی جامع اور مانع کوئی کتاب نہ تھی۔ فی الحقیقت تحفہ اثنا عشریہ شیعہ سنی مسائل کا ایک انسائیکلوپیڈیا ہے.... لیکن چونکہ بیان میں بڑے

ایجاز واختصار سے کام لیا گیا ہے، اس لئے مطالب و معانی اور دلائل و حوالے بے شمار آ گئے ہیں۔ کتاب کے جامع ومانع ہونے کے علاوہ اس کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ روایات وبیانات کے انتخاب میں اصول حق کو پوری طرح محفوظ رکھا گیا ہے۔ شیعہ مذہب اور خیالات کے بیان میں فقط مستند اور معتبر شیعہ کتب پر انحصار کیا گیا ہے اور تواریخ وتفسیر میں سے فقط انہی چیزوں کو چنا ہے جن پر شیعہ سنی دونوں فریق متفق ہیں۔ کتاب کی زبان اور طرز بیان بھی متین اور مہذبانہ ہے۔"[۴۵]

سرسید احمد خاں نے ۱۲۶۰ھ / ۱۸۴۴ء میں اس کتاب کے دسویں اور بارہوں باب کا اردو ترجمہ کیا اور اور اسے ت 'تحفہ حسن' کے نام سے شائع کیا تھا۔[۴۶] سرسید نے یہ ترجمہ اپنے استاذ مولوی نور الحسن کاندھلوی کی مدد سے کیا تھا۔[۴۷]

بعض 'تذکروں' سے پتا چلتا ہے کہ امیر الامرا نجف خاں کو شاہ عبد العزیزؒ سے سخت پرخاش تھی۔ جیسے ہی تحفہ اثنا عشریہ سامنے آئی وہ آپ سے مزید دشمنی کرنے لگا۔ چنانچہ اس نے آپ کے اور آپ کے اہل خانہ کے لئے جلاوطنی کا فرمان جاری کروادیا اور آپ کی جاگیر کو بھی سلب کر لیا۔ جب جلاوطنی کی مدت ختم ہوئی تو یہ لوگ دہلی لوٹ کر آئے۔[۴۸] جاگیر جو ضبط ہوئی تھی، اسے بعد میں ایک انگریز افسر مسٹر سٹین جو آپ کی بڑی عزت کرتا تھا، کی توجہ سے واپس لوٹا دی گئی۔[۴۹] لیکن اس بات کی بھی کوئی ٹھوس شہادت نہیں ملتی کہ شاہ صاحب کی جاگیر کب، کس وجہ سے اور کس نے ضبط کی تھی؟

فارسی زبان میں اس کی پہلی اشاعت ۱۲۱۵ھ / ۱۷۹۹ء میں کلکتہ سے ہوئی تھی۔ مطبع ثمر ہند لکھنؤ سے بھی یہ کتاب ۱۲۹۶ھ / ۱۸۷۹ء میں شائع ہوئی۔ اس کا اردو ترجمہ مولوی عبد المجید پیلی بھیتی نے کیا جو ہدیہ مجیدیہ کے نام سے شائع ہوا۔ ایک ترجمہ مولوی سعد حسن خاں یوسفی ٹونکی نے کیا تھا۔ ایک اور ترجمہ سلیس اردو میں مولانا خلیل الرحمن مظاہری نے کیا جس کو دار الاشاعت کراچی نے ۱۴۰۲ھ / ۱۹۸۲ء میں شائع کیا تھا۔ بڑی تقطیع میں اس کی ضخامت ۷۵۹ صفحات ہے۔ عربی زبان میں اس کا ترجمہ مولوی اسلمی مدراسی نے ۱۲۷۲ھ / ۱۸۵۵ء میں کیا تھا۔ عربی ترجمہ کی تلخیص مصر سے شائع ہوئی تھی۔

ملفوظات عزیزی:

شاہ عبد العزیزؒ کی علمی مجالس کے احوال کو قلم بند کرنے کا کام ان کے آخیر زمانے میں عمل میں آیا اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ زیادہ دنوں تک یہ سلسلہ جاری نہ رہ سکا۔ اس میں بیان کی گئی ہر بات شاہ صاحب کی وقیع اور طویل تجربات ومشاہدات پر مبنی ہے۔ اس میں ان باتوں کا بھی ذکر ہے جو اسلام کے شان دار ماضی کی یاد دلاتی ہیں اور اس

میں عبرت ونصیحت کا سامان بھی ہے کہ دنیا میں مسلمانوں کا تنزل کیوں اور کیسے ہوا؟اس کے مطالعہ سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ علم صرف قرآن وحدیث کا نام نہیں ہے بلکہ یہ اصل ہیں، اس کے ساتھ ان گنت وہ علوم وفنون ہیں جن سے ہمارا واسطہ پڑتا ہے اور جن کا جاننا اور ان میں کمال پیدا کرنا ضروری ہے۔ اس کے مطالعہ سے خواجہ اجمیری، خواجہ نظام الدین، خواجہ فرید الدین گنج شکر اور بہت سارے دوسرے صوفیا کرام کے علاوہ نظامی، گنجوی، خسرو، سعدی، رومی، غزالی، رازی، فارابی اور دیگر فکری رہنماؤں کے بلندی درجات اور دینی وعلمی سرگرمیوں کا اندازہ ہوتا ہے جو اسلامی دنیا کے لئے عظیم سرمایہ تھے۔ انہوں نے فقہائے اسلام اور علماء کرام ومحدثین عظام کی بے لوث علمی خدمات کا بھی اعتراف بلا کسی تفریق وامتیاز کیا ہے۔ بادشاہوں کی عیش وعشرت اور ان کے غیر ذمہ دارانہ عمل کے ساتھ اہل تشیع کی گمراہوں پر جگہ جگہ روشنی ڈالی گئی ہے۔ گویا کہ ملفوظات عزیزی معلومات کا خزانہ ہے اور اس میں علم وعمل کے خوش نما رنگ برنگے پھول ہیں، جتنا درکار ہو اس کی خوش بو سے خود کو معطر کر لیا جائے۔ تاہم اس کے بعض مندرجات میں سقم بھی ہے اور بعض واقعات کو بیان کرنے میں مبالغہ سے کام لیا گیا ہے، جو شاہ صاحب کی ذات اعلیٰ مرتبت کے منافی ہے۔ ممکن ہے جامع ملفوظات نے فرط محبت میں یا کسی بات کو نہ سمجھنے کی وجہ سے اس طرح کی چیزوں کو بیان کر دیا ہو، یا پھر بعد کے لوگوں میں سے کسی نے تلبیس کر دی ہو۵۰۔

ملفوظات عزیزی کو ان کے ایک مرید نے جمع کیا تھا جن کے نام کا پتا نہیں چلتا۔ اس کی زبان فارسی تھی۔ بعد میں اس کا اردو ترجمہ کئی لوگوں نے کیا۔ سب سے پہلے اس کا اردو ترجمہ ۱۳۱۳ھ / ۱۸۹۵ء میں مطبع مجتبائی میرٹھ سے شائع ہوا، اس کے دو سال کے بعد مولوی محمد عظمت الٰہی اور مولوی ہاشم کے اردو ترجمہ کو مطبع ہاشمی میرٹھ نے شائع کیا۔ عمدہ اور صاف ستھرا ترجمہ مولوی محمد علی قریشی اور مفتی انتظام اللہ شہابی نے کیا، جسے ۱۳۸۰ھ / ۱۹۶۰ء میں پاکستان ایجوکیشنل پبلشرز کراچی نے شائع کیا۔

وسیلۃ النجاۃ / افضلیت شیخین:

'وسیلۃ النجاۃ' بھی شاہ عبدالعزیزؒ کا ایک شاہ کار رسالہ ہے، جو ایک سائل کے جواب میں قلم بند کیا گیا تھا۔ اس میں دلائل وبراہین کے ذریعے ثابت کیا گیا ہے کہ فرقہ ناجیہ اہل سنت والجماعت ہے۔ شاہ صاحب اس رسالہ کا سبب تالیف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "ایک دوست نے جو شیعہ مذہب میں کافی دسترس رکھتے ہیں، مجھ سے استدعا کی کہ فرقہ ناجیہ (اہل سنہ والجماعہ) کی صداقت کے دلائل لکھ دوں۔ چنانچہ بحکم 'الدین النصیحہ' ان کے ارشاد کی تعمیل میں یہ رسال لکھ رہا ہوں، جس کا نام 'وسیلۃ النجاۃ' تجویز کرتا ہوں۔"۵۱

اس رسالہ میں خاص طور پر نصوص قرآنی کو بنیاد بنایا گیا ہے۔اس کا اردو ترجمہ "افضلیت شیخین" کے نام سے محمد سلیمان انصاریؒ کیا تھا۔اس کی غیر معمولی اہمیت اور اس کے مندرجات کی افادیت کے بارے میں مترجم لکھتے ہیں:

"حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آیات قرآنی اور مستند شیعہ کتب کے حوالوں سے حضرات شیخین رضی اللہ عنہما اور دیگر صحابہ کا مومن کامل ہونا ثابت کیا ہے اور بتایا ہے کہ ان مقدس ہستیوں کے متعلق کسی قسم کی بدگمانی بھی اسلام سے خروج کا باعث ہو سکتی ہے۔لہذا اہل اسلام کو عموما اور شیعہ حضرات کو خصوصا آیات قرآنی اور اپنے مسلمہ اماموں کے اقوال کی روشنی میں حضرات شیخین اور دیگر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے متعلق ہر قسم کی بدگمانی اور وساوس شیطانی کو دل سے نکال باہر کرنا چاہئے اور صحیح اسلامی عقیدہ پر عمل پیرا ہو جانا چاہئے۔"۵۲؎

اس اردو ترجمہ کو ۱۳۸۵ھ / ۱۹۶۵ء میں المکتبۃ السلفیہ شیش محل روڈ، لاہور نے شائع کیا تھا۔یہ رسالہ فتاویٰ عزیزی میں بھی شامل ہے۔

بعض دیگر رسائل:

شاہ عبد العزیزؒ نے ایک رسالہ "سر الجلیل فی مسئلۃ التفضیل" تحریر کیا تھا۔اس میں شیخین کی فضیلت عقلی و نقلی دلائل کی روشنی میں ثابت کی گئی۔ایک دوسرا رسالہ "عزیز الاقتباس فی فضائل اخیار الناس" لکھا تھا۔ اس میں وہ احادیث درج کی گئی ہیں، جو خلفائے اربعہ کے فضائل میں وارد ہوئے ہیں اور اس کے آخری حصے میں اہل بیت کے فضائل والی احادیث بیان کی گئی ہیں۔یہ دونوں رسالے بھی فتاویٰ عزیزی اردو میں شامل ہیں۔

رسالہ وسیلۃ النجاۃ، رسالہ سر الجلیل فی مسئلۃ التفضیل، رسالہ عزیز الاقتباس فی فضائل اخیار الناس اور مکتوبات شاہ عبد العزیزؒ وشاہ رفیع الدین دہلویؒ چاروں کا یکجا اردو ترجمہ فضائل صحابہ واہل بیت کے نام سے مولانا ایوب قادری نے کیا، جس کی اشاعت ۱۹۶۵ء میں پاک اکیڈمی، کراچی سے ہوئی۔اس کی ضخامت ۳۵۱ صفحات ہے۔

شاہ عبد العزیزؒ کے رسائل کا ایک مجموعہ 'کمالات عزیزی' کے نام سے ملتا ہے جس کے مرتب و مترجم مولوی ظہیر الدین سید احمد ولی اللہیؒ ہیں۔اس میں حالات عزیزی، کرامات عزیزی، ارشادات عزیزی، مجربات عزیزی اور عملیات عزیزی جیسے مباحث شامل ہیں۔ مجموعہ کمالات عزیزی پروفیسر اقبال مجددی کا مجموعہ کے نام سے پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں محفوظ ہے۔اسے اسلامی اکادمی، لاہور نے شائع کیا تھا۔کرامات عزیزی اور مجربات عزیزی "ملفوظات عزیزی" میں بھی شامل ہے۔

خلاصہ بحث:

علمی، سماجی اور معاشرتی اصلاحات اور خدمات کے ضمن میں شاہ عبد العزیزؒ کی تصنیفی مساعی غیر معمولی اہمیت کا حامل ہیں۔ خاص کر تحفہ اثنا عشریہ، سر الشہادتین کے علاوہ بعض وہ رسائل جو مختلف عنوان سے ہیں۔ ان کتابوں کی وجہ سے شیعہ سنی اختلافات میں بڑی حد تک کمی آئی اور لوگوں نے ایک دوسرے کے مسلک ومذہب کو علمی بنیادوں پر سمجھنے کی کوشش کی۔ گویا کہ یہ شاہ صاحب خاموش مگر مستحکم علمی جہاد تھا۔ بستان المحدثین اور عجالہ نافعہ بڑی اہم اور محققانہ کتابیں ہیں، جس کی افادیت آج بھی برقرار ہے اور طلبا و محققین اس سے استفادہ کرتے ہیں۔ تفسیر فتح العزیز جس کے مکمل اور نامکمل ہونے کی بحث میں اختلاف پایا جاتا ہے، تاہم یہ تفسیر اپنی نظیر آپ ہے اور ہر کوئی اس سے استفادہ کر سکتا ہے۔ نیز فتاویٰ عزیزی جو بیش قیمت علمی اثاثہ ہے، اس کا ہر فتوی مدلل ومبرہن ہے اور بڑا دلچسپ ہے خاص کر عصری مسائل کے تناظر جو جوابات لکھے گئے ہیں۔ اور ملفوظات عزیزی ایک علمی خزانہ ہے، جتنی بار اس کا مطالعہ کیا جائے علم و تحقیق کے نئے راستے کھلتے جاتے ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ان علمی جواہر پاروں کی از سر نو تحقیق و تخریج اور تبویب واشاعت کی جائے۔ علمی ورثے کی حفاظت قومی وملی فریضہ ہے اور جو ایک بڑی دینی وعلمی خدمت بھی ہے۔

حواشی وحوالہ جات

١ عبدالرحیم ضیا، مقالات طریقت(تحقیق وتدوین: پروفیسر محمد اقبال مجددی) پروگیسو بکس، لاہور، پاکستان، ۲۰۱۷، ص:۶۷۔ سید ابوالحسن علی ندوی، تاریخ دعوت وعزیمت، مجلس تحقیقات ونشریات اسلام، لکھنؤ، ۲۰۱۰، ج:۵، ص:۳۴۶-۳۴۷۔ رحمٰن علی، تذکرہ علمائے ہند (مرتبہ: محمد ایوب قادری) پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی، کراچی، ۱۹۶۱ء، ص: ۳۰۲-۳۰۳۔ فقیر محمد جہلمی، حدائق الحنفیہ(مرتبہ مع حواشی: خورشید احمد خاں)مکتبہ ربیعہ، کراچی، سنہ ندارد، ص:۴۸۷-۴۸۸

Abdul Raḥīm Ziā', Maqālāt Ṭarīqat, (Taḥqīq wa Tadwīn Prof. Muḥammad Iqbal Mujaddidī), Progressive books, Lahore Pakistan, 2017AD, pg. 67; Syed Abu al-Ḥassan Ali Nadwī, Tārīkh Da'wat wa Azīmat, Majlis Taḥqīqāt wa Nashriyāt Islam, Lakhnow, 2010AD, vol. 5, pg. 346-347; Raḥmān Ali, Tazkira 'Ulemā Hind, (Compiled Muḥammad Ayūb Qādrī), Pakistan historical society, Karachi, 1961AD, pg. 302-303; Faqīr Muḥammad Jehalmī, Ḥada'iq Ḥanafiyyah (compiled Khurshīd Aḥmad Khān), Maktabah Rabī'ah, Karachi, pg. 487-488

۲ سید عبدالحیٔ حسنی، نزہۃ الخواطر وبہجۃ المسامع والنواظر، دار ابن حزم، بیروت، ۱۹۹۹ء، ج:۱۰، ص:۱۰۱۴

Syed Abdul Ḥayyi Ḥasanī, Nuzhah al-Khawātir wa Bahjah al-Masāmi' wa al-Nawāzir, Dar ibn Ḥazam, Beirūt, 1999AD, vol. 5, pg. 1014

۳ مولوی عبدالقادر، علم و عمل (مترجم معین الدین افضل گڑھی) اکیڈمی آف ایجوکیشنل ریسرچ، کراچی، ۱۹۶۰ء، ص:۲۴۶

Maulvī Abdul Qādir, 'Ilm wa 'Amal, (Translator Mu'īn al-Din Afzal Garhī), Academy of Educational Research, Karachi 1960, pg. 246

۴ شاہ عبدالعزیز، ملفوظات عزیزی (مترجمین: محمد علی قریشی، ومفتی انتظام اللہ شہابی)، پاکستان ایجوکیشنل پبلشرز لمیٹڈ، کراچی، ۱۹۶۰ء، ص:۹۱

Shāh Abdul Azīz, Malfūzāt Azīzī, (Translators: Muḥammad Ali Qureshī wa Muftī Intizāmullah Shehabī), Pakistan Educational publishers lmtd, Karachi, 1960AD, pg. 91

۵ تاریخ دعوت وعزیمت، ج:۵، ص:۳۴۹

Tārīkh Da'wat wa Azīmat, vol. 5, pg. 349

۶ سر سید احمد خاں، آثار الصنادید (بہ ضمن دہلی اور اہل دہلی کے حالات) مطبع نامی، منشی نول کشور، لکھنؤ، سنہ ندارد، ص:۳۹

Sir Syed Aḥmad Khān, Athār al-Ṣanādid, Maṭba' Nāmī, Munshī Nawal Kishor, Lakhnow, pg. 39

۷ نزہۃ الخواطر وبہجۃ المسامع والنواظر، ج:۱۰، ص:۱۰۱۵

Nuzhah al-Khawātir wa Bahjah al-Masāmi' wa al-Nawāzir, vol. 10, pg. 1015

۸ سید عبدالحیٔ حسنی، دہلی اور اس کے اطراف (مرتبہ: صادق ذکی)، اردو اکیڈمی، دہلی، ۱۹۸۸ء، ص:۸۸۔ مولانا مناظر احسن گیلانی، مسلمانوں کا نظام تعلیم وتربیت (مرتب ومحشی: مفتی محمد ظفیر الدین مفتاحی) سنگ میل پبلیکیشنز لاہور، ۲۰۰۸ء، ص:۳۵۴

Syed Abdul Ḥayyi Hasani, Dehli aur Us Kay Aṭrāf, (compiler: Ṣādiq Zakī), Urdu Academy, Dehli, 1988AD, pg. 88; Mawlānā Manāzir Aḥsan Gaylānī, Musalmāno kā nizām ta'līm wa tarbiyat, (Compiled by Muftī Muḥammad Zafīr al-Dīn Miftāḥī), Sang Mīl Publications, Lahore, 2008AD, pg. 354

۹ صدیق حسن خاں قنوجی، اتحاف النبلاء المتقین باحیاء مآثر الفقہاء المحدثین، مطبع نظامی، کان پور، ص:۲۹۶-۲۹۷

Ṣiddique Ḥassan Khān Qanojī, Itḥāf al-Nubalā' al-Mutaqīn, Maṭba' Nizāmī, Kānpur, pg. 296-297

۱۰ مقالات طریقت، ص:۸۶

Maqālāt Ṭarīqat, pg. 86

۱۱ مقالات طریقت، ص:۲۴-۳۵

Maqālāt Ṭarīqat, pg. 24-35

۱۲ مقالات طریقت، ص: ۷۷

Maqālāt Ṭarīqat, pg. 77

۱۳ نزہۃ الخواطر وبہجۃ المسامع والنواظر، ج: ۱۰، ص: ۱۰۱۴

Nuzhah al-Khawātir wa Bahjah al-Masāmi' wa al-Nawāzir, vol. 10, pg. 1014

۱۴ ڈاکٹر ثریا ڈار، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اوران کی علمی خدمات، اریب پبلیکیشنز، نئی دہلی ۲۰۰۵ء، ص: ۹

Dr. Thuraya Dār, Shāh Abdul Azīz Muḥaddith Dehlawi aur un kī Khidmāt, Arīb Publications, new Dehli, 2005AD, pg. 9

۱۵ تاریخ دعوت وعزیمت، ج: ۵، ص: ۱۵۰

Tārīkh Da'wat wa Azīmat, vol. 5, pg. 150

۱۶ مقالات طریقت، ص: ۷۹

Maqālāt Ṭarīqat, pg. 79

۱۷ محمد انس حسان (مضمون نگار) تفسیر فتح العزیز اوراس کی تکمیل وعدم تکمیل کی بحث، سہ ماہی فکر و نظر، بین الاقوامی یونیورسٹی، اسلام آباد، جولائی۔ ستمبر، ۲۰۲۱ء

Muḥammad Anas Ḥassan (writer), Tafsīr Fatḥ al-'Azīz aur us kī Takmīl wa 'Adam Takmīl ki beḥath, Fikr wa Nazar (quaterly), Internation Islamic University Islamabad, July-September, 2021AD

۱۸ حکیم محمود احمد برکاتی، شاہ ولی اللہ اوران کا خاندان، مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، نئی دہلی، ۱۹۹۲ء، ص: ۱۰۳

Ḥakīm Maḥmūd Barakātī aur un ka Khāndān, Maktabah Jāmi'ah Limited, new Dehli, 1992AD, pg. 103

۱۹ محمد رحیم بخش، حیات عزیزی، منبع فیض پریس، دہلی، باراول، سنہ ندارد، ص: ۲۵

Muḥammad Raḥīm Baksh, Ḥayāt Azīzī, Manba' Fayd Press, Dehli, pg. 25

۲۰ تاریخ دعوت وعزیمت، ج: ۵، ص: ۳۵۷

Tārīkh Da'wat wa Azīmat, vol. 5, pg. 357

۲۱ تفسیر فتح العزیز اوراس کی تکمیل وعدم تکمیل کی بحث، سہ ماہی فکر و نظر، بین الاقوامی یونیورسٹی، اسلام آباد، جولائی۔ ستمبر، ۲۰۲۱ء

Tafsīr Fatḥ al-'Azīz aur us ki Takmīl wa 'Adam Takmīl ki beḥath, Fikr wa Nazar (quaterly), International Islamic University Islamabad, July-September, 2021AD

۲۲ شاہ عبدالعزیز، عجالہ نافعہ (مترجم: ڈاکٹر عبدالحلیم چشتی) مجلس ثقافت ونشریات اسلام، مظفرپور، بہار، ۲۰۱۴ء، ص: ۱۰

Shāh Abdul Azīz, 'Ujālah Nāfi'ah, (Translator Dr. Abdul Ḥalīm Chishtī), Majlis Thaqāfat wa Nashriyāt Islam, Muzaffarpur, Behār, 2014AD, pg. 10

۲۳ اتحاف النبلاء المتقین باحیاء مآثر الفقہاء المحدثین، ص: ۲۹۷

Itḥāf al-Nubalā’ al-Muttaqīn, pg. 297

۲۴ شاہ عبدالعزیز، بستان المحدثین (مترجم: عبدالسمیع دیوبندی) مفتی الٰہی بخش اکیڈمی، کاندھلہ، مظفر نگر، ۱۴۳۷ھ، ص: ۱

Shāh Abdul Azīz, Bustān al-Muḥaddithīn, (Translator Abdul Samī’ Deobandi), Muftī Ilāhī Baksh Academy Kāndhala, Muzaffarnagar, 1437H, pg. 1

۲۵ حیات عزیزی، ص: ۲۶-۲۷

Ḥayāt Azīzī, pg. 26-27

۲۶ بستان المحدثین، ص: ۳۳-۴۷

Bustān al-Muḥaddithīn, pg. 33-47

۲۷ ڈاکٹر محمد عبدالحلیم چشتی، فوائد جامعہ شرح عجالہ نافعہ، مکتبہ الکوثر، کراچی، ۲۰۱۲ء، ص: ۹۱

Dr. Muḥammad Abdul Ḥalīm Chishtī, Fawā’id Jāmi’ah Sharḥ ‘Ujālah Nāfi’ah, Maktabah Kawthar, Karachi, 2012, pg. 91

۲۸ فوائد جامعہ شرح عجالہ نافعہ، ص: ۹۱

Fawā’id Jāmi’ah Sharḥ ‘Ujālah Nāfi’ah, pg. 91

۲۹ فوائد جامعہ شرح عجالہ نافعہ، ص: ۱۲۰

Fawā’id Jāmi’ah Sharḥ ‘Ujālah Nāfi’ah, pg. 120

۳۰ محمد خالد مسعو (مرتب) اٹھارہویں صدی عیسوی میں بر صغیر میں اسلامی فکر کے رہنما (مجموعہ مقالات)، ادارہ تحقیقات اسلامی، بین الاقوامی یونیورسٹی، پاکستان، ۲۰۰۸ء، ص: ۳۳۰

Muḥammad Khālid Mas’ūd (Compiler), 18th Ṣadī main Bar Ṣaghīr main Islami Fikar kay Rahnumā, (Majmū’ah Maqālāt), Idārah Taḥqīqāt Islami, IIU Islamabad, Pakistan 2008AD, pg. 330

۳۱ ڈاکٹر منیر احمد (مضمون نگار) مضمون: علوم حدیث پر بر صغیر کی اردو کتب کا تعارفی و تجزیاتی مطالعہ، ششماہی مجلّہ راحۃ القلوب، راحۃ القلوب تحقیقی اکیڈمی (رجسٹرڈ) کوئٹہ، پاکستان، جنوری-جون: ۲۰۱۷ء، ص: ۸۴

Dr. Munīr Aḥmad (writer), ‘Ulūm al-Ḥadīth par Bar Ṣaghīr ki urdu kutub ka Ta’ārufi wa Tajziyāī Muṭāli’ah, biannual Rāḥah al-Qulūb, Rāḥah al-Qulūb Taḥqīqāti Academy, Quetta, Pakistan Jan-June 2017AD, pg. 84

۳۲ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اور ان کی علمی خدمات، ص: ۲۶۷

Shāh Abdul Azīz Muḥaddith Dehlawī aur un ki Khidmāt, pg. 267

۳۳ شاہ عبدالعزیز، فتاوی عزیزی (مترجم: عبدالواحد نولوی غازی پوری) ایچ. ایم. سعید کمپنی، کراچی، ۱۴۰۸ھ، ص: ۵۹۹-۶۰۰

Shāh Abdul Azīz, Fatāwā Azīzī, (translator Abdul Wāḥid Naulwī Ghāzī Purī), H.M. Sa'īd company, Karachi, 1408Ad, pg. 599-600

۳۴ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اور ان کی علمی خدمات، ص: ۳۱۰

Shāh Abdul Azīz Muḥaddith Dehlawī aur un ki Khidmāt, pg. 310

۳۵ فتاوی عزیزی، ص: ۴۵۳-۴۵۶

Fatāwā Azīzī, pg. 453-456

۳۶ اٹھارہویں صدی عیسوی میں بر صغیر میں اسلامی فکر کے رہنما، ص: ۳۴۹

18th Ṣadī main Bar Ṣaghīr main Islami Fikar kay Rahnumā, pg. 349

۳۷ حیات عزیزی، ص: ۵۷

Ḥayāt Azīzī, pg. 57

۳۸ شاہ عبدالعزیز، سر الشہادتین (ترجمہ وتخریج: ابوالحماد محمد احمد) مکتبہ برکاتیہ، قصور، پاکستان، ۲۰۱۲ء، ص: ۱۳-۱۴

Shāh Abdul Azīz, Sir al-Shahādatayn, (Translation Abu al-Ḥammād Muḥammad Aḥmad), Maktabah Barakātiyah, Qasur Pakistan, 2012AD, gpg. 13-14

۳۹ حیات عزیزی، ص: ۲۷

Ḥayāt Azīzī, pg. 27

۴۰ اٹھارہویں صدی عیسوی میں بر صغیر میں اسلامی فکر کے رہنما، ص: ۳۳۷

18th Ṣadī main Bar Ṣaghīr main Islami Fikar kay Rahnumā, pg. 337

۴۱ ملفوظات عزیزی، ص: ۹۲۔ محمد ایوب قادری، فضائل صحابہ واہل بیت (مجموعہ رسائل شاہ عبدالعزیز) پاک اکیڈمی، وحید آباد، کراچی، ۱۹۶۵ء، ص: ۶۳

Malfūzāt Azīzī, pg. 92; Muḥammad Ayūb Qādrī, Fadā'il Ṣaḥābah wa Ahl Bayt, (Majmū'ah Rasā'il Shāh Abdul Azīz), Pak Academy, Wahīdabad, Karachi, 1965, pg. 63

۴۲ شاہ عبدالعزیز، تحفہ اثنا عشریہ (مترجم: مولانا خلیل الرحمٰن نعمانی مظاہری)، دارالاشاعت، کراچی، اشاعت اول، سنہ ندارد، ص: ۲۱

Shāh Abdul Azīz, Tuḥfa Ithnā 'Ashariyyah, (translator: Mawlānā Khalīl Rehman Nu'mānī), Dar al-Ishā'at, pg. 21

۴۳ اٹھارہویں صدی عیسوی میں بر صغیر میں اسلامی فکر کے رہنما، ص: ۳۳۸

18th Ṣadī main Bar Ṣaghīr main Islami Fikar kay Rahnumā, pg. 338

۴۴ فضائل صحابہ واہل بیت، ص: ۷۰

Fadā'il Ṣaḥābah wa Ahl Bayt, pg. 70

۴۵ شیخ محمد اکرام، رود کوثر، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور، ۲۰۰۵ء، ص: ۵۹۳

Shaykh Muḥammad Ikrām, Rawḍ al-Kawthar, Idārah Thaqāfat Islamiyyah, Lahore, 2005AD, pg. 593

۴۶ سر سید احمد خاں، سیرت فریدیہ (مرتب: خلیق انجم) انجمن ترقی اردو (ہند) نئی دہلی، ۲۰۱۰ء، ص: ۱۷

Sir Sayed Aḥmad Khān, Sīrat Farīdiyyah, (compiler Khalīq Anjum) Anjuman Taraqqī Urdu Hind, New Delhi, 2010AD, pg. 17

۴۷ فضائل صحابہ واہل بیت، ص: ۷۶

Fadā'il Ṣaḥābah wa Ahl Bayt, pg. 76

۴۸ فضائل صحابہ واہل بیت، ص: ۵۴

Fadā'il Ṣaḥābah wa Ahl Bayt, pg. 54

۴۹ اشرف علی تھانوی، ارواح ثلثہ یعنی حکایات اولیا، مکتبہ عمر فاروق، شاہ فیصل کالونی، کراچی، ۲۰۰۹ء، ص: ۱۹۔ حکیم محمود احمد برکاتی، شاہ ولی اللہ اور ان کا خان دان، ص: ۱۰۲۔ حکیم محمود احمد برکاتی، شاہ ولی اللہ اور ان کے اصحاب، مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، نئی دہلی، ۲۰۰۶ء، ص: ۱۵۱-۱۵۲.......شاہ عبدالعزیز کے قریبی عہد میں لکھی جانے والی سوانحی کتب اور تذکروں میں اس قسم کے واقعہ کا ذکر نہیں ملتا۔ البتہ بعد کے عہد میں جو کتابیں لکھی گئیں ہیں، ان میں یہی بیان ہوا ہے، لیکن ان میں بھی اصل حوالے موجود نہیں ہیں۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے: فضائل صحابہ واہل بیت، ص: ۵۵-۶۵۔شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اور ان کی علمی خدمات، ص: ۱۲۲-۱۳۰)

Ashraf Ali Thānvī, Arwāḥ Thalāthah, Maktbaha Umar Farūq, Shāh Faysal Colony Karachi, 2009AD, pg. 19; Ḥakīm Maḥmūd Barakātī, Shāh Walīullah aur un ka Khāndān, pg. 102, Ḥakīm Maḥmūd Barakātī, Shāh Walīullah aur un kay Aṣāḥb, Maktabah Jāmi'ah Limited, New Delhi, 2006AD, 151-152

۵۰ ملفوظات عزیزی، ص: ۴

Malfūzāt Azīz, pg. 4

۵۱ محمد سلیمان انصاری، افضلیت شیخین (شاہ عبدالعزیز، وسیلۃ النجاۃ)، المکتبۃ السّلفیہ، شیش محل روڈ، لاہور، ۱۹۵۶ء، ص: ۵

Muḥammad Sulaymān Anṣārī, Afḍaliyyat Shaykhayn, (Shāh Abdul Azīz, Wasīla al-Nijāh), al-Maktabah al-Salafiyyah, Shiīsh Meḥal Road, Lahore, 1956AD, pg. 5

۵۲ افضلیت شیخین، ص: ۳

Afḍaliyyat Shaykhayn, pg. 3